سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی شخصیت کا تاریخی تجزیہ

شورش کاشمیریؒ

سوال تقابل کا نہیں اور نہ مماثلت زیر بحث ہے۔ مقام اپنا اپنا، کمال اپنا اپنا، لیکن واقعہ یہی ہے کہ پنجاب نے تین شخصیتیں ایسی پیدا کی ہیں جنہوں نے مسلمانوں کی حیات اجتماعی پر نہ صرف دردِ دل کے ساتھ غور کیا بلکہ اس کے لئے حرکت و عمل کے خطوط پیدا کئے۔

۱۔ علامہ اقبال

۲۔ ظفر علی خاں

۳۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری

علامہ اقبال کا فکر ہی ان کا عمل تھا۔ وہ اس انداز کے دینی یا سیاسی رہنما نہ تھے جو عملی جدوجہد میں حصہ لیتے اور اپنے نقش پا چھوڑ جاتے جیسا کہ مولانا ظفر علی خاں یا سید عطاء اللہ شاہ بخاری تھے۔ یہ دونوں غیر ملکی غلامی کے خلاف لڑتے رہے۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اور ان عناصر کی سرکوبی کا خمیازہ بھگتا جو برطانوی حکومت کے لئے ملکی دوائر میں ریڑھ کی ہڈی کا کام دے رہے تھے، حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں میں برطانوی استعمار کا خوف توڑنے اور پنجاب کے علاقوں میں پشتینی وفاداروں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے میں جو کام ظفر علی خاں اور عطاء اللہ شاہ نے کیا۔ وہ بہمہ وجوہ ابھی سامنے نہیں آسکا۔ لیکن جب کبھی اس علاقے کے جمود و انحطاط کی ابتدائی مشکلیں سامنے آئیں گی ایک سچا مؤرخ ان دونوں شخصیتوں کے ممتاز کارناموں کا ذکر جلی حروف میں کئے بغیر نہیں رہے گا۔ ان دونوں رہنماؤں نے ایک خاص عہد استبداد سے لے کر اس جاں بلب عہد استعمار تک مغربی پاکستان کے علاقے میں جس حرکت اور بیداری کا جوش و جذبہ پیدا کیا وہ بجائے خود جماعت یا تحریک سے کم نہیں۔ علامہ اقبال نے یہ کیا کہ مسلمانوں کو ایک فکری مزاج دیا۔ ان کے افکار و نظریات کا چرچا تمام ملک میں پھیلا، نتیجتہً مسلمانوں میں اپنی روایات سے انہماک کا شوق پیدا ہوا۔ یہی شوق بعد میں تحریک پاکستان کا محرک ہو گیا، بالفاظ دیگر علامہ اقبال ایک مفکر تھے جنہوں نے مسلمانوں کے ماضی کو سہارا دیا اور موثر بہ ماضی مستقبل کا ایک راستہ دکھایا، ظفر علی خاں اور عطاء اللہ شاہ بخاری نے عوام کو عملاً جھنجھوڑا۔ اس ذہن کی آبیاری کی جو غیر ملکی غلامی کے بندھن توڑ سکے اور اس کے لئے قربانی کر سکتا ہو، یہ صحیح ہے کہ قومی تحریکیں یا سیاسی انقلاب محض فرد واحد سے پیدا نہیں ہوتے اور یہ عوامل، عناصر متحد ہو کر کسی فرد کی شخصیت کو اپنے خصائص کا مظہر بنا دیتے ہیں، نتیجتہً ایک شخصیت پوری تحریک یا پورے انقلاب کی مظہر بن جاتی ہے۔

افراد نہیں ادارے

جن دنوں ظفر علی خاں اور سید عطاء اللہ شاہ نے نعرۂ رستاخیز بلند کیا ان دنوں کے احوال و کوائف پر نظر

ہو تو یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ ان لوگوں نے کس سنگین دور میں انقلاب و احتجاج کی بنیاد رکھی۔ پنجاب استعماری مقاصد کی شہہ رگ تھا۔ اس قسم کے عوامی ذہن کا مغربی پاکستان میں پیدا ہونا یا پیدا کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔ ان دونوں رہنماؤں نے جس بے جگری سے یہ فرائض سرانجام دیئے وہ تمام تر ان کی جرأت رندانہ کا معجزہ تھا، ہم انہیں تاریخ یا تاریخ کے محرکات سے الگ کر کے نہیں دیکھ سکتے۔ یہ کہنا مشکل ہوگا کہ جو کچھ انقلاب اور بیداری کی شکل میں سامنے آیا تمام تر انہیں کے عمل و ایثار یا قیادت و سیادت کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ عرض کیا ہے یہ ایک تاریخی عمل ہے اس عمل کو جب ہم ان شخصیتوں کے قالب میں دیکھتے ہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ:

اقبال---- کی فکر، ظفر علیخاں---- کی صحافت اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری---- کی خطابت نے مسلمانوں میں ایک تحریک یا تنظیم سے زیادہ کام کیا اور ان کے نتائج بھی ایک تحریک یا تنظیم کے نتائج سے زیادہ اُبھرے ہوئے، بکھرے ہوئے اور نکھرے ہوئے نظر آرہے تھے۔

کمالات کا مجسمہ

شاہ جی کے کمالات کا احاطہ کرنا مشکل ہے وہ ایک چمنستان کی طرح تھے۔ ان میں ایک باغ کی تمام دولتیں موجود تھیں۔ رنگا رنگ پھول تھے، سبزہ تھا، شاخیں تھیں، روشیں، درخت، پھل، پانی، ہریالی، چھاؤں، صبا، نسیم بہار، پھر اس کے ساتھ ساتھ کبھی کبھار پت جھڑ اور اس کی اداسیاں بھی پائی جاتی تھیں، سیاسی تعصبات کی بات دوسری ہے۔ یہ زمانہ ہی ایسا ہے کہ انسان حزبی افکار سے باہر قدم رکھتے ہوئے ہچکچاتا ہے، ممکن ہے کہ بعض غیر تاریخی طبقوں کو شاہ جی کے کمالات فائقہ سے انکار ہو یا وہ حزبی افکار کے تحت جز بز ہوں، لیکن کوئی واقعہ محض اس لئے نہیں جھٹلایا جاسکتا کہ اس کی تائید و حمایت کا پہلو کمزور ہے یا اختلاف کی ایک ایسی فضا موجود ہے جو نہیں چاہتی کہ فلاں واقعہ وجود رکھتا ہو۔ اب چونکہ واقعہ موجود ہے لہٰذا انکار سے دل مطمئن کرلیا جائے کہ نفی ہوگئی ہے۔

مثلاً یہ واقعہ کہ شاہ جی سے بڑا خطیب اردو زبان نے پیدا نہیں کیا، ہوسکتا ہے کہ بعض خطباً کو بعض اعتبارات سے فوقیت حاصل ہو۔ اس کی نظیریں موجود ہیں لیکن خطابت میں جو کمال شاہ جی کو حاصل رہا وہ نصف صدی میں اردو زبان کے کسی خطیب کو حاصل نہیں ہوا۔ شاہ جی کی عمر کا آخری حصہ دینی خطابت میں بسر ہوا بلکہ ان کی زندگی کا تقریباً دو تہائی حصہ توحید و رسالت کی خدمت گزاری میں کٹا۔ ان کے انداز تبلیغ اور عام خطباً کے انداز تبلیغ میں عظیم فرق تھا۔ انہوں نے مذہب کو کبھی مسلمانوں میں تفریق تو کیا؟ انسانوں میں تفریق کے لئے استعمال نہیں کیا۔ انہوں نے مذہب کے روائتی جھگڑوں اور خطابتی آویزشوں کو چھیڑا تک نہیں۔ ہمیشہ مسلمانوں کے احوال کی اصلاح اور عقائد کی درستی کو ملحوظ رکھا۔

عظیم خدمت

یہ صحیح ہے کہ انہوں نے قادیانی جماعت کا تعاقب کیا لیکن اس کے وجوہ فروعی نہ تھے وہ سمجھتے تھے کہ

ختم نبوت کے عقیدے سے مسلمانوں کی وحدت برقرار رہتی ہے اور جب کوئی رسول ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے خواہ وہ ظلی ہو یا بروزی کیوں نہ ہو۔ وہ ایک نئی شریعت، فکر یا تنظیم پیدا کر کے مسلمانوں کی عالمی وحدت کو نقصان پہنچاتا ہے، دوسری چیز ان کے سامنے یہ تھی کہ وہ قادیانی جماعت کو برطانوی امپیریلزم کا دست و بازو سمجھتے تھے، چنانچہ انہوں نے اپنی بے مثال خطابت سے قادیانی جماعت کو متروکات کی صف میں لا کھڑا کیا۔

علامہ اقبال نے اس مسئلہ پر جو کچھ لکھا تھا اس میں اس اجمال کی تفصیل موجود ہے، صورتحال ایسی ہے کہ ہم نے ابھی تک برطانوی غلامی کے اسباب، وعلل اور آثار و نتائج کا جائزہ نہیں لیا۔ ہمارے ہاں ابھی اسلامی بنیادوں پر فکری دماغوں کا قحط ہے، جب کبھی یہ جائزہ مرتب ہوا۔ اور ہم نے ان کرداروں کے بارے میں معلومات حاصل کیں جو مسلمانوں کی سیاسی غلامی میں شریک رہے ہیں، یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ قادیانی جماعت برطانوی مستعمرین کی ایک دلچسپ کھیپ ثابت ہوگی۔ تب یہ امر خود بخود ابھر کر سامنے آجائے گا۔ کہ قادیانی جماعت کے خدوخال کیا تھے اور شاہ جی کی خدمات اس بارے میں کتنی عظیم تھیں۔

سیاسی پس ماندگی

سرحد مدت العمر سرزمین بے آئین رہا۔ بڑی جدوجہد کے بعد اسے دوسرے صوبوں کے برابر درجہ دیا گیا، سندھ کے حالات سیاسی اعتبار سے کبھی خوش آئند نہیں رہے، کسی سیاسی تحریک یا سیاسی شعور کا سندھ کے عوام میں پیدا ہونا خواب و خیال رہا، اس اعتبار سے بلوچستان بھی سناٹوں کی سرزمین ہے۔ پنجاب کے مشرقی اضلاع میں ضرور سیاسی شعور اور سیاسی تحریک پیدا ہوئی، مغربی اضلاع میں شہری زندگی نے سیاسی تحریکوں کو محسوس کیا اور بعض اضلاع کے عوام نے کسی قدر حصہ بھی لیا لیکن ایک صحیح سیاسی تربیت سے یہ اضلاع اکثر محروم ہی رہے، تحریک پاکستان کا معاملہ بالکل دوسرا ہے۔ وہ مسلمان قوم کا ہندوئیت اور استعماریت کے خلاف ایک رد عمل تھا جو استعمار و استبداد کے رخصتی عہد میں پیدا ہوا لیکن بانیٔ پاکستان محمد علی جناح کی رحلت کے بعد جن لوگوں نے قومی آزادی پر قبضہ کر لیا وہ زیادہ تر اس جماعت کے افراد تھے جو ان علاقوں میں سیاسی شعور کی گم شدگی کے ذمہ دار تھے اور ہیں؟ ممکن ہے کہ یہ بات بعض طبقوں کے لئے بار خاطر ہو تاہم واقعہ یہی ہے کہ پاکستان کے عوام قومی آزادی سے پورے طور پر متمتع نہیں ہوسکے۔ سیاسی مزاج آج بھی وہی ہے جو برطانوی عہد میں تھا۔ یعنی عوام الناس قومی مسائل میں دلچسپی لینے کی بہ نسبت حکمران جماعت کی خوشنودی کے حصول میں سرگرداں رہتے ہیں۔

یہ عہد جس میں سے ہم گزر رہے ہیں معمولی عہد نہیں۔ ایک عظیم عہد ہے۔ یہ دنیا ہماری آنکھوں کے سامنے بدلی ہے، اس عہد میں کوئی شخص یہ چاہے کہ وہ انسان کو غلام رکھے یا اس کے ابتدائی حقوق غصب کر لے یا لوگوں کو یہ حق حاصل نہ ہو کہ وہ اپنے حکمران خود منتخب کریں۔ قریب قریب ناممکن ہے۔ جن

قوموں کو بالادستی حاصل ہے ان کی آزادی تقلید و احترام کے قابل ہے جو قومیں سیاسی طور پر آزاد ہیں۔ ترقی کی طرف قدم بڑھا رہی ہیں، وہاں کوئی شخص بآسانی عوام کی فکری آزادی پر قبضہ نہیں کر سکتا۔ جو ممالک ابھی شخصی حکمران کے قبضے میں ہیں یا جہاں غیر ملکی انتداب باقی ہے وہ بدیر یا سویر آزاد ہونے والے ہیں۔ ان ممالک کے عوام کروٹ لے چکے ہیں اور شرف و امتیاز کے نشانات بھی بدل چکے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ انقلابِ حال محض اتفاقی یا حادثاتی نہیں بلکہ یہ فکری انقلاب سے پیدا ہوا ہے۔ اُن عوامل و عناصر کی بدولت جو قوموں اور ملکوں میں پیدا ہوتے رہتے ہیں اور جن کی راہنمائی کا شرف دل و دماغ کے انسانوں کو قدرت کاملہ نے تفویض کیا ہے۔

حاصلِ کلام

پنجاب مزاجاً عسکریوں کی گزر گاہ رہا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد برطانوی استعمار نے اپنے اغراض و مقاصد کے لئے پنجاب کو نامزد کیا۔ اب جو تالیفات مختلف انگریز مصنفوں کے قلم سے نکلی ہیں اور جس میں زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہے جو یہاں سول سروس میں رہے۔ ان کی تحریروں سے مترشح ہوتا ہے کہ پنجاب برصغیر میں برطانوی سلطنت کا ایک ایسا ستون تھا جس نے نہ صرف انگریزی استعمار کو قائم رکھا بلکہ اپنے تئیں بازوئے شمشیر زن ثابت کیا۔ ایک ایسے علاقے میں ظاہر ہے قومی تحریکوں کا اٹھنا یا سیاسی طوفانوں کا اٹھنا سہل ہے، انگریز نے یہاں مختلف مفاد پیدا کئے۔ ایسے لوگوں کو مختلف داؤ پر پروان چڑھایا جن کا فہم و ادراک ان کے لئے ممد ہو سکتا تھا، یہ ایک بڑی دردناک تاریخ ہے کہ پنجاب کو برطانوی استعمار نے سب سے زیادہ اپنے حق میں استعمال کیا، یہ صوبہ سیاستاً اس کی سرحد رہا۔ یہاں انگریزوں نے ایسے خاندان پیدا کئے یا ان خاندانوں کو پالا گیا جن کی معرفت یہ کوششیں بار آور ہوتی رہیں کہ اس صوبے میں نہ کبھی منظم سیاسی تحریک پیدا ہوئی، نہ کوئی ایسا لیڈر اٹھا جو تمام ملک کے لئے قابلِ قبول ہوتا اور اگر مسلمانوں میں اس دل و دماغ کے ساتھ کوئی اٹھا تو وہ شکار ہو گیا یا زچ ہو کر رہ گیا، یہ بھی ایک المیہ ہے اور اس کہانی کے اجزا بھی بڑے دردناک ہیں۔ مگر ان کی تفصیل کا یہ محل نہیں، اب آپ ہی کچھ کہہ لیجئے حقائق یہ ہیں۔

۱۔ پنجاب نے انفرادی طور پر بڑے بڑے دل و دماغ کے سیاسی عبقری اور پرزور انقلابی پیدا کئے مگر ان کی اجتماعی شخصیت کو نشو و نما پانے سے روک دیا گیا بلکہ رسوائی کے خنجر سے ذبح کیا۔

۲۔ تمام صوبے میں استبدادی زمینداروں کا جال بچھا دیا گیا، جنہوں نے برطانوی استعمار کی بہ صمیم قلب حفاظت کی۔ عام مسلمانوں میں روحانی افلاس کو مستحکم رکھنے کے لئے تن آسان سجادے پیدا کئے۔

۳۔ عامۃ الناس کو بہ لطائف الحیل تعلیم سے محروم رکھا۔

۴۔ معیشی زندگی کو فرقہ وارانہ عصبیتوں کے تابع کر دیا۔

۵۔ مسلمانوں میں عقائد کی اساس پر تفرقے پیدا کئے گئے اور ان مذاہب کی حوصلہ افزائی کی گئی جو جہاد کی بجائے

مسلمانوں میں مسکینی اور گوشہ نشینی پیدا کرتے تھے۔ بظاہر حقائق کی یہ ایک مختصر سی داستان ہے لیکن اس کے جو نتائج پیدا ہوئے وہ اتنے قبیح تھے کہ ان پر قابو پانا مشکل تھا۔ ظفر علی خاں کی صحافت نے درمیانے درجے کی شہری جماعت کو جگا دیا اور وہ پلکوں سے نیندوں کا بوجھ اتارتے ہوئے اٹھ بیٹھے۔ مگر شاہ جی نے واقعتاً ایک صور پھونکا۔ ان کی عدیم المثال خطابت نے ان تمام ستونوں کو ہلا دیا۔ جن پر پنجاب میں برطانوی حکومت کا قصر رفیع استوار تھا۔ شاہ جی نے پنجاب کو دو طرح سر کیا۔

۱۔ شہروں اور قصبوں پر سیاسی یلغار کی، جتنے دماغوں میں بھی سیاسی سوجھ بوجھ پیدا کر سکتے تھے کر گئے۔

۲۔ دیہات میں انہوں نے دعوت و ارشاد کے ہتھیاروں سے حملہ کیا اور اس کمین گاہ سے انگریزی دبدبہ کو بے توقیر کیا۔

الف: نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ شاہ جی نے پنجاب جیسے عسکری صوبہ میں نہ صرف خلاف سامراج ذہن کو پرورش کیا بلکہ نوجوانوں کی ایک ایسی جماعت فراہم کر دی جس نے برطانوی حکومت کو آخری دن تک پریشان رکھا۔

ب۔ غریبوں میں زرداروں کے استحصال کا ردِ عمل قوی کیا۔

ج۔ ایک ایسی سرفروش جماعت (مجلس احرارِ اسلام) پیدا کی جس نے صوبے کے ذہنی انقلاب کو ابھارنے میں کماحقہ حصہ لیا۔

د۔ عام لوگوں کے دلوں سے مختلف الاصل مفادات کا خوف خارج کیا۔

ر۔ رسوم و عقائد کی خرابیوں کے بعض ایسے قلعے مسمار کئے جو اسلام کی حقیقی روح کو گھن کی طرح کھا رہے تھے اور یہ وہ کارنامے ہیں کہ پاکستان کی سرزمین حالات کی آئندہ تبدیلیوں کے ساتھ نہ صرف ان کی اہمیت کو محسوس کرے گی بلکہ تاریخ شکر گزار ہوگی کہ عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے خطیب نے اس کے ایک خاص عہد کی پرورش کی ہے۔

شاہ جی اسلام کی چلتی پھرتی تلوار ہیں

علامہ اقبالؒ

ان کا اردو خطابت میں وہی مقام ہے جو اردو شاعری میں میر انیس کا درجہ ہے۔ ملک و ملت کا ہر گوشہ ان کا شکر گزار ہے۔ اللہ کے ہاں ان کا بڑا اجر ہے۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ

آپ مقرر نہیں ساحر ہیں۔ تقریر نہیں جادو کرتے ہیں۔ آپ لوگوں کو مرغ و بریانی کھلائیں گے تو ہمارا ساگ ستو کون پوچھے گا؟

مولانا محمد علی جوہرؒ

○

میں جب تک زندہ ہوں
تمہاری جڑوں میں پانی پھیرتا رہوں گا

۱۹۲۱ء میں تحریک خلافت کے سلسلہ میں حضرت امیر شریعت گرفتار ہوئے تو انہیں لاہور سنٹرل جیل کے "گوراوارڈ" میں قید کر دیا گیا۔ ابھی دو ہفتے ہی گزرے تھے کہ اچانک ایک روز سپر نٹنڈنٹ جیل نے شاہ جی کو اپنے دفتر میں طلب کیا اور انگریزی میں لکھی ہوئی ایک درخواست انہیں پیش کی کہ وہ اس پر دستخط کر دیں جس پر درج تھا۔

"اگر اس دفعہ حکومت مجھے معاف کر دے تو میں یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ میری کوئی حرکت ایسی نہیں ہوگی جس سے حکومت کو کسی قسم کی شکایت پیدا ہو"

شاہ جی نے اس معافی نامہ کے ہزار ٹکڑے کر کے اسے پاؤں تلے روندا اور تین دفعہ اس پر تھوکا۔ پھر غضبناک ہو کر واپس لوٹ گئے۔

اس واقعہ کے چند ہی دنوں بعد شاہ جی کو پنجاب کی سخت ترین جیل ڈسٹرکٹ، جیل میانوالی منتقل کر دیا گیا۔

مدت قید ختم ہونے میں ابھی چھے ماہ باقی تھے کہ ایک بار پھر یہی عمل دہرایا گیا۔ سپر نٹنڈنٹ جیل نے معافی نامہ دستخط کے لئے پیش کیا۔ تو شاہ جی نے فرمایا۔

"میں جو کچھ کہتا ہوں وہ اس پر لکھو گے"

سپر نٹنڈنٹ:۔ جی ہاں۔

شاہ جی:۔ تو پھر لکھو "میں جب تک زندہ ہوں تمہاری جڑوں میں پانی پھیرتا رہوں گا"

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری